

مورے مورا، جاپانہ کا ایک ادیب۔ کہتے ہیں، "مورے مورا کے وجود میں تخلیق ہے  
 آگ کا کوئلے سرکش شعلہ روشن ہے اور تکتے ہیں سبھی میں یہ آگ جلتی ہے سبھی  
 میں یہ آگ بھڑکتی ہے۔ کہنے میں کم، کہنے میں زیادہ۔ کہہ کر اسے کاہر جانتے ہیں  
 نہیں ہوں پاتا، کوئلے میں سوزش سہمڑ نہیں پاتا، خود راکھ ہوجاتا ہے اور کہے  
 کا شعلہ یوں ہے ٹھنڈے رہ جاتا ہے۔ تخلیق کہہ میں آگ ہے شک شرط اول ہے  
 نیکے مورے مورا کو اسے برتنا آتا ہے۔ نہایت مختصر مدت میں اس نے کہنے  
 کا دلہ اور اتنے گنتے کمنائیاں لکھ لیں۔ بڑے تخلیق کار کے جود و عطا کا سلسلہ  
 اسے کہ زمین تک محدود نہیں رہتا، دُور دور تک اسے کہ چنگاریاں رسا ہوتے  
 ہیں۔ مورے مورا کے قارئین بھی دنیا بھر میں پکے ہوئے ہیں۔ جاسوس  
 کہانیاں اسے کا میدان ہے لیکر نفسیہ تحلیل اور ایٹ نارملہ نفسیات پر اسے  
 بڑے زندہ اور مکمل، بڑے گہرے اور سچے کمنائیاں لکھتے ہیں۔

زیر نظر کمنائیاں جو اسے بارگھاس کمنائیاں کے اپنے صفحات پر پیش کیے جا  
 رہے ہیں، "مورے مورا کے ذہن کا ایک عکس ہے۔ بچوں کو نفسیہ کیفیتوں سے اسے  
 کہ گہرے آگے اور آگے جانے کے وقت پر اسے کہ غیر معمولی گرفت کا نمونہ، نزاکت  
 خیال، حصہ بہا اور دل سوزی، یہ کہ کچھ ہے جس نے اسے تحریر کو ایک آدھے  
 دستاویز کے شکل دے دی ہے۔ پراسر میں اس کو کہ طالب علم، زہر کا استعمال آتھ  
 اور اسے کہ میں آگے۔ مگر اصرار بات تو وہ سوال ہیں جو مورے مورا اپنے قارئین  
 کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ رجحانات اس نے عطا کیے ہیں؟ کہنے کے اعمال کا نقشہ  
 ہیں؟ آج اسے صنعتی عہد میں اپنے سوالوں کے جواب ہمیشہ سے زیادہ ضرور دیے ہیں۔

نئے جود کے جاپانہ سے

پچھے آئے والوں کے کمنائیاں لیکر فاضلہ رفیقہ کا پابند ہے  
 خورشید کو ذوق قارئین دے، اس کا اکیلا کام کہانی

<https://www.facebook.com/groups/372605677178945/>

جہان ایم بی سائین

telegram link [https://t.me/+l\\_Fxda8LnVViOGU0](https://t.me/+l_Fxda8LnVViOGU0)

Zegham imran





”ایک دلکش عورت تھی، اس کا نام مایکون تھا۔ سپر مارکیٹ سے  
رہتے ہوئے اس نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ وہ دہشت زدہ ہو کے رہ  
گئی۔ سودا سلف عام طور پر اس کی ملازمت لاتی تھی لیکن آج چھٹی کا دن  
تھا اس لیے مایکون خود بازار آئی تھی۔ گھر واپس پہنچنے کے لیے اسے اتنی  
علا تے کے ایک دورا ہے سے گزرنا تھا۔ مڑک ابھی تھی اس لیے گاڑیاں  
یہاں سے نہایت تیز رفتاری کے ساتھ گزرتی تھیں۔ مایکون نے اپنے سے  
کچھ لگے فٹ پاتھ پر پرائمری اسکول کے پانچ چھ بچے دیکھے۔ یہ بچے مایکون  
کے اگرتے بیٹے مساؤ کے ہم عمر ہوں گے۔ انھیں دیکھ کر مایکون کے تصور  
ہیں مساؤ کی جہول بھال صورت گھوم گئی۔ اس کے ہونٹوں پر پیار بھرا ہنسم  
پھیل گیا۔

اچانک پشت سے ایک موٹر نہایت تیزی کے ساتھ گزری۔  
موٹر کا تھ بجوں کی طرف تھا۔ ابھی موٹر بچوں تک پہنچی نہیں تھی کہ ایک  
لوہا کی تیزی سے کود کر موٹر کے سامنے آگیا۔ مایکون انھیں بند کر کے چلا آئی۔  
”دیکھو دیکھو! ڈرائیور نے پوری طاقت سے بریک لگائے، گاڑی کے  
پہتے ایک زوردار لڑکے کے ساتھ گھوم گئے۔ ڈرائیور چیخا: ”لڑکے! یہ کیا  
فرکت ہے؟ کیا مرنے کا ارادہ تھا؟“

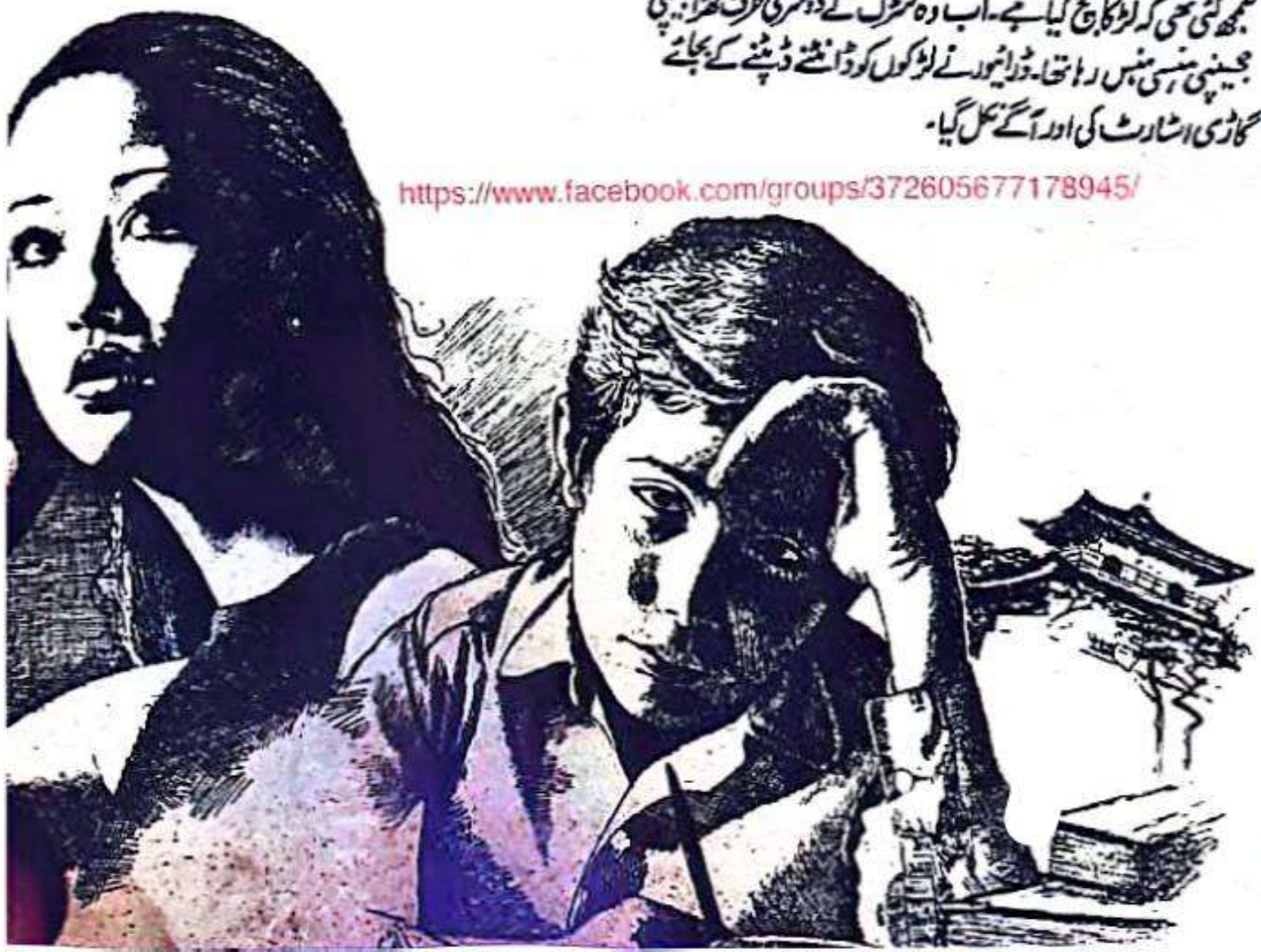
مایکون نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں ڈرائیور کی بات سے وہ  
سمجھ گئی تھی کہ لڑکا بچ گیا ہے۔ اب وہ مڑک کے دوسری طرف کھڑی  
جینپی منسی نہیں رہا تھا۔ ڈرائیور نے لڑکوں کو ڈانٹتے ڈپٹنے کے بجائے  
گاڑی اشارت کی اور آگے نکل گیا۔

مایکون کا دل ابھی ہم سے بے قابو تھا۔ دھڑکنیں اس کا ہر اہر  
سے رہی تھیں۔ اس نے لڑکوں سے کہا: ”کیا تمہارے گھر والے تم لوگوں کو  
مڑک پر کھیلنے سے منع نہیں کرتے؟“ اُن نے یہ کتنی خطرناک حرکت تھی۔  
ایک لڑکے نے پوچھا: ”آپ مساؤ کی مامی ہیں نا؟“ مایکون اس  
لڑکے کو پہچان گئی۔ یہ اس کے بیٹے مساؤ کا ہم جانت تھا، اس کا نام  
سوئی جی تھا۔ سوئی جی کے متعلق خاصی خوش گزارش گزارا تھا اس مامی کی طرح  
وہ بڑا شیطان لڑکا تھا مایکون سے اس نے کہا: ”میں شرمگنا ہوں کہ آپ  
جبران رہ گئی ہوں گی۔“

”بالکل۔“ مایکون بولی۔ ”مجھے تو ایسا لگا جیسے میرا دل رگ جائے گا۔“  
”یہ تو ایک کھیل ہے۔“ سوئی جی نے بتایا: ”مڑک پار کرنے کا کھیل۔“  
”ہم اسے مڑک پہلا لگنا بھی کہتے ہیں۔ اس وقت ہم ہی کھیل کھیل رہے تھے۔“  
”مڑک پار کرنے کا کھیل؟“ مایکون حیران رہ گئی۔

”ہاں ہاں۔ ہم مڑک کے کٹائے کھڑے ہو کے کوئی گاڑی آنے کا  
انتظار کرتے ہیں پھر جیسے ہی گاڑی قریب آتی ہے، ہم پہلا لگ لگا کر  
اس کے آگے سے مڑک پار کر لیتے ہیں۔ گاڑی جس لڑکے کے سب سے قریب

<https://www.facebook.com/groups/372605677178945/>





بہنچ جائے وہ حیرت جاتا ہے۔ آپ نے ابھی دیکھا تو ہے کہ ہمارا ساتھی تھکا  
بھاگتا ہوا موٹر کے سامنے سے گزرا تھا۔ سوئی جی ہنسنا۔ تھکا کا یہ کھیل کھیلنے  
پر تیار ہی نہیں ہو رہا تھا مالا مال اسے پہلوانی کا شوق ہے۔ ہم سب نے  
"مالیاں بجا بجا کے اے چڑیا کہ تھکا ڈر پوک ہے" تھکا کا ڈر پوک ہے۔  
یہ سن کر اسے سخت آگیا اور وہ موٹر کے سامنے دوڑ پڑا۔

ایک دوہانتی تھی کہ تھکا کھیل کو ڈھنگ موزادہ دوزخ میں  
بہت اچھا ہے پھر بھی اس نے اُسے سمجھا۔ یہ بہت بڑی بات ہے  
بیٹا! بہت بڑی ہے ورتنی ہے۔ ایسے ملک کھیلوں سے بچنا چاہیے۔  
سب لڑکے اس نصیحت پر ہنسنے لگے۔

ایک کو نے سوچا کہ اس کا بیٹا ساڑھی یہ خطرناک کھیل کھیلتا ہو گا۔  
خون اتلاش بن کر اس کے بدن میں سا گیا۔ اس نے بچوں سے کہا۔  
"آئندہ یہ کھیل برگز نہ کھیلا۔ سمجھ گئے۔ یہ نہایت ہیودہ کھیل ہے ایسے  
کھیلوں سے بچنا بزدلی نہیں عقل مندی ہے۔ اگر تم لوگ نہ مالے تو یاد رکھو  
میں تمہاری آسانی سے شکایت کر دوں گی۔"

سوئی جی نے انتہائی سرکشی سے مایک کو دیکھا، آنکھوں میں آنکھیں  
ڈال کر وہ ایک چھوٹا سا مگر مضبوط لڑکا تھا۔ اپنی کلاس میں نت نئے  
ہنگامے اور خزاں میں کرنا اس کی عادت تھی اسی لیے وہ بڑے اسکول  
اور محلے جبر میں بنام تھا۔ اس کا باپ اور مایک کو کے شوہر کی نمپنی میں  
پوکیدار تھا۔ سوئی جی نے مایک کو سے کہا۔ "آخر اس کھیل میں بڑی بات  
کیا ہے؟ ہم تو صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون کتنا باادب ہے۔"

مبے ورتنی کی بات مست کر دے۔ تم میرا کتنا مانو وہ دن میں تمہارا باپ  
سے کہہ دوں گی۔ اپنے باپ کا ذکر سن کے سوئی جی کی سرکشی دم توڑ گئی۔  
وہ اپنے باپ سے بہت ڈرتا تھا۔

۔ مائی! کیا بات ہے؟ ایک ایک طبقے ایک آواز آئی۔ مایک کو بھلا  
یہ آواز کیسے نہ پہچانتی۔ وہ مشینی انداز میں پیچھے مڑی۔ اس کا بیٹا ساڑ  
اس کی پشت پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ حال ہی میں اس نے پیانو بجانے  
کی تربیت اپنی شروع کی تھی اداب پیانو اسکول سے گھر واپس جا رہا  
تھا۔ اسکول گھر اور مائیکوں میں اس کی شہرت بہت تھی کیونکہ وہ  
ایک غنتی اور چھالو لڑکا تھا۔ اپنی جماعت میں ہمیشہ اول آتا۔ پرانے  
اسکول میں ایسے لڑکوں کی بہت عزت ہوتی ہے۔ سوئی جی جیسا  
برعاش و بدنام لڑکا بھی اس سے دبتا اور بچکتا تھا اداس کی برکت  
انت تھا۔

ساڑ کے سیدھے ہاتھ میں ایک خاصی بڑی اور دزنی تھیل تھی  
لے ہاتھ سے وہ جھکی ہوئی مگر وال کسی بڑھی عورت کا ہاتھ تھامے  
تھے۔ تھکا مایک کو نے مشکوک نظر سے بڑھی عورت کو دیکھا اور اپنے بیٹے

سے پوچھا۔ ساڑ! یہ خاتون کون ہیں؟

ساڑ کے بچانے بڑھی عورت نے کہا۔ آپ خالہ اس پاپ  
بچے کی والدہ ہیں؟ مایک کو نے اقرار میں گریں بلائی۔ بڑھیا بولی میں  
اس ملائے کی طرف آ۔ ہی تھی اتفاق سے مجھے راستہ باؤ نہیں بلکہ میں  
نے اس بچے سے راستہ پوچھا۔ اس نے کہا، اماں! میں بھی وہیں جاتا  
ہوں۔ پھر اس نے میری تھیلی سنبھال لی۔ یہ غریب راستے بھر مل بوجھ  
اٹھائے رہا۔ کیسا اچھا اور شریف ہے آپ کا بچہ۔ بڑھیا کی ہر کھری  
شکریہ کی ایک سطر لکھی اور وہ مایک کو کے سامنے کئی بار غصہ مٹا چکی۔  
مایک کو نے انکار سے کہا۔ اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ میں

تو خوش ہوں کہ یہ آپ کی کچھ مدد کر سکا۔ اس نے خیر سے اپنے بیٹے کو بھلا  
ابھی ابھی وہ دوسروں کے جھیل کو بڑی باتوں پر ڈانٹ رہی تھی۔ اس  
نے مسرت سے سوچا، میرا بیٹا سب لڑکوں سے مختلف ہے۔ اس بات  
پر مایک کو کسی قدر مایوسی ہوئی کہ یہاں ساڑ کا یہ نیک کام دیکھنے اور  
تعریف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس وقت ساڑ  
کی آسانی یہاں سے گزر رہی ہوتی۔ مایک کو سامنے بڑے لڑکوں سے کتنا  
چاہتی تھی کہ بچہ میرے بیٹے سے نیکی کا سبق سیکھو مگر اس نے یہ بات  
برآورد است کہنے کے بجائے لڑکوں سے کہا۔ "سن لیا نا؟ اب میں کبھی  
تمہیں کوئی خراب کھیل کھیلے نہ دیکھوں۔" اس نے بڑھی خاتون سے  
اجازت مانگی۔ خاتون نے ساڑ سے اپنی تھیلی لی اور اس کی چوٹی چھک  
کے آگے بڑھ گئی۔ مایک کو اپنے بیٹے کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔  
راستے میں ساڑ نے پوچھا۔ مائی! کیا بات تھی؟

سوئی جی اور دوسرے لڑکے شرمک پھلا گئے کا کھیل کھیل رہے  
تھے۔ تم تو یہ کھیل نہیں کھیلے نا؟

۔ میں؟ نہیں مائی! میں بھلا ایسے کھیل کیوں کھیلنے لگا بیٹے میں  
سمجھ گیا تھا کہ وہ یہی حرکت کر رہے ہیں گے۔ ہمداری آسانی نے منع کیا  
تھا کہ ہم یہ کھیل کبھی نہ کھیلا کریں۔ کل میں آسانی سے ان سب کی شکایت  
کروں گا۔"

۔ تم شکایت نہ کرنا۔ مایک کو نے سمجھا یا۔ وہ سوئی جی اور اس کے  
لنگے دوست تھاکے دشمن ہو جائیں گے اور کسی نہ کسی دن تم سے جلد  
لینے کی کوشش کریں گے۔ مایک کو سوئی جی کی شرارتوں سے ڈرتی تھی۔

اس لڑکے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور تھی جس کا لڑکپن سے کوئی  
تعلق نہیں تھا اس کے تیرہ دن سے ایک خاص قسم کی خباثت اور سرکشی کا پتہ  
چلتا تھا۔ اس نے جس سرکشی سے مایک کو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی تھیں  
بھلا چھٹی جماعت کا کوئی بچہ اپنے کسی بڑے کو اس طرح دیکھ سکتا ہے؟  
مایک کو ساڑ کو ایسی باتوں سے بچائے کھتی تھی۔ اگر سوئی جی جیسا فیضان



نہی کہ بچے لگ جاتا تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

بچوں کی دنیا بڑوں کی دنیا سے زیادہ بے رحم اور ظالم تھی۔

بچوں کا ظلم بالکل کھلم کھلا ہوتا تھا۔ وہ اپنے کردار ساقیوں کو ہر طرح سے تھمتے تھے۔ یہ سب کچھ اُن کے لیے ایک کھیل تھا، اس کھیل میں لذت

فی جن بچوں کی دنیا کے قانون بڑوں کی دنیا کے قانون سے کہیں زیادہ سخت تھے۔ کسی بچے کے ساتھ خواہ کچھ بھی کر دیا جائے اسے یہ حق نہیں

تھا کہ وہ اپنے ماں باپ یا استادوں کو کچھ بتائے۔ اگر کوئی بچہ ایسا کرتا

زور سے سخت سزا دی جاتی۔ بڑوں کو تو محض شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا

ہے لیکن بچے خوف و ہراس کی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ مایکویہ

باقی تھی کہ کوئی عام بچہ اس کے بیٹے ساؤ کو نہ دبا سکتا ہے نہ تنگ

کر سکتا ہے لیکن اس بار واسطہ سوئی چی سے تھا۔ سوئی چی کے بارے

میں وہ اس طرح نہیں سوچ سکتی تھی جس طرح دوسرے بچوں کے بارے

میں سوچتی تھی۔ سوئی چی سے کچھ بعید نہیں تھا۔ وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

ساؤ نے منتہی ہونے کہا۔ ماما! آپ اتنی پریشان مت مجھے۔

مگر جیسا! سوئی چی بہت بڑی بھلا ہے، فتنہ ہے فتنہ۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے کھلا چھوڑ دیا جائے اور

وہ جو کچھ کرنا چاہے کرتا پھرے۔ اس کی چالاکی اور طاقت ددی اپنی

بلکہ مگر کم سے کم کوئی بھادر لڑکا اس کے سامنے سر نہیں جھکائے گا۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نامی؟

ہاں جیسا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ سچی بھادی ہی ہے۔ مایکویہ نے

سوجا میسر جیسا کہنا سنا ہے۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ساؤ کو وہیں ادا کر دیتی

نہی اپنے بازوؤں میں بچھ لے۔

ایک بڑے ڈبے سے بند دیکھا۔ عورت کو بے حد غصہ آیا۔ بیٹی ہتھمال کرنے

والوں کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنا گڑا پوری طرح ملاویں مگر مضابطے

کے مطابق گڑا رات کو نہیں جلا یا جاسکتا تھا، اس کے اوجھڑنے پر

لوگ رات کو بھٹی کے منہ میں گڑا اٹھونس کو چلے جاتے اور یہ نہ سمجھتے کہ

بعد میں آنے والوں کو کتنی تکلیف ہوگی۔ عورت نے برہمی سے سوچا،

نہ معلوم کئے گا یہ ڈبا کس کم بخت نے یہاں حاصل کر دیا ہے اب بے

اپنے کوڑے کے ساتھ اسے بھی جلا نا پڑے گا۔ اس نے آگ ملائی ڈبے

میں شاید ددی کا فڈل کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جلد ہی شعلے بھڑکنے لگے۔

عورت بھٹی کا منہ بند کر کے چلنے لگی۔ معانہ سے کچھ دھیان آداریں سنائی

دیں۔ بھٹی کے اندر کوئی جان دار اپنی زندگی بچانے کے لیے شدید عجز

کر رہا تھا۔ عورت اتنی خوف زدہ ہوئی کہ آوازوں کی نوعیت بھی نہ سمجھ

سکی۔ بھٹی میں شور کے ساتھ ساتھ اچھل کود بھی ہونے لگی۔ عورت کچھ گئی

کہ آگ میں کوئی جانور زندہ مل رہا ہے۔ گڑا تیز شعلوں کی شکل اختیار

کر چکا تھا اور شعلے آگ کی زبانوں کی طرح لپک رہے تھے۔ اب عورت

چلتے ہوئے جانور کو پانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ سکنے کے عالم

میں کھڑی رہی۔ آخر جب شعلوں کا دھیان دھن منم ہوا اور آگ قریب

قریب کچھ گئی تو عورت اپنی چند پڑوسنوں کو بلالائی۔ انھوں نے آہستہ

آہستہ بھٹی کا دروازہ کھولا۔ اندر سے چلے ہوئے گشت کے جھکے چھلکے

عورتوں کا جی متلا گیا، بعض عورتیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔

اندر ایک بٹے کی ملی ہوئی لاش پڑی تھی، ایندھن کم ہونے کی وجہ

سے بھلا پوری طرح نہیں جل سکا تھا۔ عورتوں نے ماما کو فریاد پہچان لیا۔

نتھی بیٹومی کے چہیتے بچے ماما کی لاش تھی، ایک عورت کو یاد آیا کہ

کل رات اس نے سوئی چی کو بھٹی کے اس پاس چکر لگاتے دیکھا تھا۔

اب اس میں کوئی شبہ نہ رہا کہ سوئی چی نے بچے کو ڈبے میں بند کر کے اسے

باندھ دیا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔

سوئی چی سے جواب طلب کیا گیا۔ اس نے فوراً تردید کر دی۔

مجھے کچھ نہیں معلوم کہ یہ کس کی حرکت ہے۔

جواب طلب کرنے والی آسانی نے سوئی چی سے کہا کہ اگر تم سچ

کہہ رہے ہو تو انھوں میں آنکھیں ڈال کر سری طرف دیکھو۔ سوئی چی نے

کسی خوف اور جھجک کے بغیر آسانی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور

ایک بار بھی پلک نہیں جھپکائی۔ آسانی شرمندہ سی ہو کر دوسری طرف

دیکھنے لگی۔

مایکویہ کو چلتے چلتے یہ واقعہ یاد آگیا۔ اس نے ساؤ سے پوچھا۔

ہاؤ! آج اسکول میں سوئی چی ادا تھاکا کے درمیان کوئی بات تو نہیں

دوسری صبح کسی فلیٹ کی ایک عورت اپنے گھر کا گڑا کرکٹ

فلٹ کی بھٹی میں جلانے لے گئی۔ بھٹی میں عمارت کے سبھی لوگ کچرا

دفعہ جلاتے تھے۔ عورت بھٹی پر پہنچی تو اس نے بھٹی کا راستہ گتے کے



ہوئی تھی؟

سوئی جی ادنا کا کہ درمیان؟

ہاں ہاں۔ اگر آج نہیں تو کل یا پھر سہولتوں میں بارپیشہ  
تو نہیں ہوئی؟ یا اسی طرح کی کوئی اور بات؟

اور ہاں، آپ کے کہنے سے یاد آیا۔ ساڈلیہ نک گیا جیسے کچھ  
یاد کروا رہا ہو۔

کہہ کر کیا بات تھی؟

کلاس کی صفائی سوئی جی کے پیرود کی گئی تھی مگر اس نے ایک  
بھی چیز صاف نہیں کی۔ تناکانے اتانی کر یہ بات بتادی۔ اتانی نے  
سوئی جی کو سخت مزاد دی۔

ہر نہہ۔ مایکوبولی۔ مجھے یقین تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

کیا بات ہے مانی! مجھے بھی تو بتانیے؟

کچھ نہیں مگر اب تم سوئی جی کے ساتھ کبھی نہ کھیلنا۔

بہت اچھا مانی! مساؤ نے سعادت مندی سے کہا۔ ویسے

ابھی سوئی جی میرے گروپ میں نہیں ہے۔

اگر وہ تمہارے گروپ میں آج بھی جائے تو اس کے ساتھ کھیلنا

دینا نہیں سمجھے۔

لیکن کیوں مانی؟

بس یہ تمہاری ماں کا حکم ہے۔

بہتر ہے مانی! پھر بھی.... پھر بھی آج آپ کچھ عجیب باتیں

کر رہی ہیں؟

اور ہاں۔ میری یہ باتیں سوئی جی کو ہرگز نہ بتانا۔ اُسے بالکل

معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے اس کے متعلق تم سے کچھ کہا ہے۔

مایکونے ایک سختی لرزش سے سوچا کہ سوئی جی کتنا خوف ناک لڑکا ہے

اس نے اتانی سے محض شکایت کرنے پر سب سے چلے تناکا سے انتقام

لینے کا کیسا خطرناک طریقہ اختیار کیا تھا۔ یہ ایک باقاعدہ جواز سازش

تھی۔ تناکا کی خوش قسمتی تھی کہ وہ بچ گیا۔ اگر مرنے والا تو؟ کم سن تناکا کے

قتل کی منصوبہ بندی نہایت چالاکی سے کی گئی تھی۔ گاڑی اُسے پہلے تھی

تو قاتل کرن قرار پاتا؟ جو سختی کا ایک نابھو طالب علم قتل ثابت

بھی ہو جاتا تو قانون اتنے کم مہربان نہ ہو گا۔ وار ہرگز نہ گورنمنٹ

کیا سوئی جی نے ان سب پلوں پر غور کر لیا تھا؟ اگر غور کر لیا تھا تو

اُسے محض ایک بچہ نہیں بلکہ ایک دہشت ناک چیز کتنا چاہیے۔

رات کو ساڈلیہ سو گیا۔ مایکونے اپنے شوہر سے سرسری بات

میں سوئی جی کے باپ اونو کا ذکر کیا۔ مایکونے شوہر نے کہا۔ اونو ایک

سنجیدہ ذہنی دار اور بہت مخفی آدمی ہے۔

مایکونے اپنے شوہر کو اس کے بیٹے سوئی جی کے متعلق سب  
کچھ بتا دیا۔ مایکونے شوہر کا ہم سنگار تھا۔ سنگار بھلا۔ سوئی جی کان بھی  
میں سے ہے جو قدم قدم پر اپنے والدین کے لیے الجھنیں پیدا کرتے  
ہیں اور یہ نہ بھولو کہ بچے اکثر بہت بے رحم بھی ہو سکتے ہیں۔ جب میں  
بچہ تھا تو دینڈک اور چھپکلیاں مار کر ان کا آپریشن کرتا پھر انہیں جوڑے  
مکھڑے کر دیتا۔ یہ میرا مشغلہ تھا۔ سوئی جی بھی اسی قسم کے مشغلوں کا  
شوقین ہو گا۔ اس کی طفلانہ خرابیاں اتنی سنگین ست سمجھو۔ جلد ہی وہ  
اس دود سے گزر جائے گا۔ بچپن میں بھی خرابیاں کرتے ہیں۔ اس میں پریشانی  
ہونے کی کیا بات ہے۔

لیکن اس کی خرابیاں دینڈک اور چھپکلیاں مارنے سے بہت مختلف

ہیں۔ وہ تو ایک لڑکے کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔

سنگار نے کہا۔ اب اتنا مبالغہ بھی نہ کرو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ

سوئی جی کے باپ کے حادثے اور جسمانی معذوری نے سوئی جی کی

شخصیت مجروح اور متاثر کی ہو لیکن یہ تاثر زیادہ دنوں کا قلم نہیں

لے گا۔ سوئی جی بڑا ہو جائے گا تو اس کی ماد میں خود بخود درست ہو

جائیں گی۔

سوئی جی کا باپ اونو پہلے ٹیکسی چلاتا تھا۔ ایک دن کسی بچہ

ڈرائیور نے اپنی گاڑی اس کی ٹیکسی سے ٹکرائی۔ اونو کو سخت چوڑیں

آئیں اور اس کی دونوں ٹانگیں بے کار ہو گئیں۔ سنگار نے اتانی سے

کہے۔ اتنے اُسے اپنی کمپنی میں چوکیار رکھ لیا۔ کمپنی ویسے تو صرف پٹرول

محافظوں کو چوکیار رکھتی تھی لیکن اونو کی معذوری کے خیال سے اُسے

یہ کام سونپ دیا گیا تھا۔ اونو عام بنگالی کے علاوہ لوگوں کو کمپنی کے

بالے میں معلومات بھی فراہم کرتا تھا۔ اگر سنگار اُسے یہ ملازمت نہ دیتا

تو اونو اور اس کے خاندان کو فاقے کرنے پڑتے۔ سنگار کی اس معذوری کے

پیش نظر اونو اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے فرائض جی جہاں سے انجام

دیتا تھا۔

سنگار نے کہا۔ مائی اتم دوسروں کے بچوں کے لیے اتنی فکر مند

رہ کر۔ تم تو بس مساؤ کے بالے میں سوچو۔

مایکوبولی۔ اپنے مساؤ میں آخر کون سی خرابی ہے؟ وہ نہایت

سیدھا لائیو لڑکا ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے اس کے سیدھے پن پر ترس

آتا ہے۔ مایکونے سنگار کو بتایا کہ مساؤ نے کس طرح ایک

بوڑھی عورت کی مدد کی۔ سنگار بے حد مسرور ہوا۔ اگرچہ وہ ایک

ماجر تھا مگر اس کی طبیعت میں نرمی اور انسان دوستی موجود تھی۔ خصوصاً

اپنے اکلوتے بیٹے مساؤ کے سلسلے میں اس کے بدلے اور محبت و ہمدردی

کبھی کبھی رقت کی حد تک پہنچ جاتے تھے۔



ایک کو مٹا ایک اور بات یاد آگئی۔ اس کا دل بے چین ہو گیا اس بات کا تعلق نہ ساڑھے تھانہ سوئی جی سے۔ اس نے نیم ہوا آنکھوں سے اپنے شوہر کو دیکھا ایک مجرا سے احساس نے اس کا پروا وجود پاؤ کی طرح ڈھانپ لیا۔ وہ اپنے شوہر سے نظریں ملائے بغیر کرسی سے اٹھی اور سونے کی تیاری کرنے لگی۔

سائیکے ایک ہم چامت ہیروشی کو پھلیاں پالنے کا بہت شوق تھا اس نے طرح طرح کی رنگارنگ پھلیاں جمع کر رکھی تھیں اور ایک باقاعدہ ماہی خانہ قائم کر لیا تھا۔ غلے اور اسکول میں اس کے ماہی خانے کو خاصی شہرت حاصل تھی۔ ماہی خانے میں ہوا کا میپ فلٹر اور میٹر لگے ہوئے تھے، ماہی خانے کے ننھے ننھے پردوں کے ارد گرد تیرتی مہراقی، بھاگتی دوڑتی پھلیاں بہت بھلی لگتی تھیں۔ ہیروشی اپنی پھلیوں کی غذا خود تیار کرتا تھا۔ پلٹری اسکول کا شاید ہی کوئی طالب علم اپنے مشغلے میں اس جیسا سنجیدہ ہوگا، اس کی کلاں میں بھی ایک ماہی خانہ تھا۔ اس میں بھی زیادہ تر پھلیاں ہیروشی کا عطیہ تھیں۔ ماہی خانے کی پھلیوں کے لیے مختلف لڑکے باری باری مقرر کیے جاتے تھے۔ ہر لڑکا اپنی باری پر پھلیوں کو کھانا کھاتا لیکن پھلیوں سے سب سے زیادہ محبت ہیروشی ہی کرتی۔ وہ ان کی دیکھ بھال انتہائی تنہی سے کرتا تھا اور ان کی خوراک تیار کرنے کی ذمہ داری اسی نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ لیکن گزشتہ چند دنوں سے معاملہ کچھ بدل گیا تھا۔ اس تبدیلی کی کسی کو امید نہیں تھی۔ ہوا یہ کہ سوئی جی ماہی خانے پر مہلت ہو گیا اور پھلیوں کے لیے خوراک لانے لگا۔ خوراک دہاچی لاتا تھا اس لیے پھلیاں ہیروشی کے لائے ہوئے کھانے سے زیادہ سوئی جی کا کھانا پسند کرنے لگیں۔ سوئی جی بازار سے خوراک کی مختلف اقسام خرید کر انھیں ملا دیتا تھا۔ یہ مرکب خوراک پھلیوں کی رغبت کا باعث بھی بنی اور ان کی نشوونما کے لیے بھی مفید ثابت ہوئی۔ سوئی جی کے تعلق اس کے ہم جامعہ کی رائے بدلنے لگی حالانکہ پہلے سب اسے ایک بڑا لڑکا سمجھتے تھے۔ اسکول میں کسی کی عزت محض اس کی جسمانی طاقت پر نہیں کی جاتی بلکہ طالب علم امتحانی نمبروں اور دوسری خوبیوں کی بنا پر پسند کیے جاتے ہیں۔ سوئی جی کی کلاس میں کئی لڑکے مختلف معاملات میں خاصی ہمدست سمجھتے تھے۔ ایک لڑکا جانوروں کے ہاے میں بہت کچھ جانتا تھا، ایک لڑکا نہایت تیز دھڑکتا تھا اور ایک لڑکے کو بیکال کی بہترین مشق تھی۔ ہیروشی پھلیوں کے باب میں سب سے جانتا تھا اسی لیے اس کے دوست اسے ڈاکٹر پھلی کہتے تھے۔ یہی عزت اس کا نام ہو گئی تھی لیکن اب پھلیوں کی بہتر خوراک دریافت کر کے سوئی جی اس

کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ ہیروشی نے اپنی حیثیت برقرار رکھنے کی ہر گز کوشش کی مگر کامیاب ہو سکا کھانے کے وقت پھلیاں ہیروشی کی خوراک کے بجائے سوئی جی کی ڈالی ہوئی خوراک ہی کے گرد جمع ہوتی ہیں۔ پھلیاں آدمی تو تھیں نہیں اس لیے اپنی رائے ظاہر کرنے میں نہایت ایمان دار اور بے باک تھیں بے رحمی کی حد تک۔

لڑکے حیران ہو رہے تھے سوئی جی سے پوچھتے: سوئی جی پھلیوں کی خوراک میں کیا کیا ملاتے ہو؟

یار! مجھے بھی خوراک بنانا سکھا دو۔

بھئی سوئی جی: تم تو چھپے رستم نکلو۔

لڑکے آپس میں رنک سے کہتے: ہمیں معلوم نہیں تھا کہ سوئی جی پھلیوں کی ایسی اچھی خوراک تیار کر سکتا ہے۔ آج سے ہیروشی کے بجائے سوئی جی ڈاکٹر پھلی ہے۔

غرض وہ سوئی جی جو اسکول میں ایک اچھوت کی طرح تھا، اب عزت و مقبولیت اس کے قدم چوم رہی تھی بے پارا ہیروشی خانہ سے اپنی قدر گھٹے دیکھتا رہا۔ آخر وہ کرتا بھی کیا؟ پھلیوں کے باب میں اب اس کی مہارت ماضی کا قصہ بن گئی تھی۔ وہ سخت پریشان تھا۔ کچھ دنوں بعد ایک روز ہیروشی اسکول سے گھر لوٹ رہا تھا۔ لاتے میں پیچھے سے سوئی جی نے اسے آواز دی۔ ان کے گھر مختلف مہلوں میں تھے، اسکول آتے جاتے ان کی ملاقات کا کوئی امکان نہیں تھا۔ پھر نے حیرت سے سوجھا کہ کیا سوئی جی اس کا بچا کر رہا ہے؟ ہیروشی! ذرا ٹھہر۔ سوئی جی اس کی طرف بڑھا۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ ہیروشی ٹھہر گیا۔ سوئی جی نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی جیسے یقین کرنا چاہتا ہو کہ اس پاس کوئی اور تو نہیں ہے۔

کیا بات ہے؟ ہیروشی کی آواز میں کچکا پھٹ سی تھی۔ وہ سوئی جی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ صرف اس لیے نہیں کہ وہ اس کی جگہ چھڑ پھلی بن گیا تھا بلکہ اس لیے بھی کہ سوئی جی کو اپنی ہر بات طاقت کے بل بوتے پر منانے کی عادت تھی۔ کرانے کا ہاتھ، جوڑو کا داؤ، گھوڑا اور آلات۔ یہ سوئی جی کے اختیار تھے۔ ہیروشی اس دھن سے نفرت کرتا تھا۔ ہتھ پھٹ لوگوں سے ان کے ساتھی ٹوٹ زد رہتے ہیں انھیں آدمی نہیں جانور سمجھتے ہیں۔

سوئی جی نے نہایت نرمی سے کہا: ہیروشی! میرے پیارے دوست! اگر میں تمہیں پھلیوں کے لیے اپنی بنائی ہوئی خوراک اس تو کیا تم اسے لینا پسند کرو گے؟ ہیروشی الجھن میں ہو گیا اسے اپنے کان پر یقین نہیں آیا، کیا یہ واقعی سوئی جی کی آواز ہے؟ اتنی سادہ، اتنی دھیمی۔ وہ سوئی جی کا منہ دیکھنے لگا۔ سوئی جی نے کہا: سچ، چھوڑو۔



# مختصر پراشر

جن کا علم اور مورا ہوتا ہے، وہ کبھی اپنے خیالات صفائی اور خوبی سے ادا نہیں کر سکتے۔ تحریر یا تقریر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اُسے سمجھیں، اُس کا اثر قبول کریں اور لطف اٹھائیں۔ اگر یہ نہیں تو تحریر یا تقریر محض بیکار اور تفریح اوقات ہے۔

کام اور محنت ہی سے انسان بنتا ہے اور اسی سے اُس کی سیرت بنتی ہے اور اسی سے اُس کے دماغی اور اخلاقی قوا کی جلا ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ کام ہے جسے کرنے میں انسان کو لذت خط، شوق اُسے ادا بخارے درنہ کام کام نہیں رہتا۔ بیٹکر ہو جاتی ہے۔

انسان کی اصل فضیلت اور برتری اُس کے اخلاق میں ہے۔ انرا ہوں یا اقوام، اخلاق کے زوال میں اُن کا زوال اور اخلاق کی پابندی و استواری میں اُن کی عظمت و وقعت ہے۔ اخلاق سے صرف یہ مراد نہیں کہ آدمی دوسروں سے خندہ پیشانی سے پیش آئے، خاطر و مدارات کرے، وقت پر کسی حاجت مند کی حاجت پڑ کرے، زبان و قلم سے ہمدردی کا اظہار کرے، یا جیسا اکثر تفریق کے طور پر کہا جاتا ہے، مرغ و مرغیاں ہو۔ اخلاق کی مدد سے بہت آگے نکل جاتا ہے۔ حرم و استقلال، ضبط و تحمل، عزت کام کی لگن، فرض شناسی، دیانت، صداقت، وفاداری، اہمیت ہمدردی، ایثار، انسان کے اصل جوہر ہیں۔ ان سب میں ایثار کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے یعنی ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دے۔ اپنے بھائیوں کا دکھ درد اپنا دکھ درد سمجھے، استہیاء کہ اپنے آپ کو بھول جائے۔ انسانیت اسی سے عبارت ہے۔

بابائے اردو

ہمدردی ایک بستر سے کوڑ کر اپنے ماہی تھانے کی طرف بھاگا۔ اُس کی تمام انگلیں اور قیمتی مچھلیاں پانی کی سطح پر مردہ پڑی تھیں۔ اُن کا آہنی رقص تم ہر چکا تھا جہاں میں دل غریب رنگ کا ایک سلسلہ بن جاتا تھا۔ ہمدردی کی آواز اُس سرف سے جھگ گئی۔ ماہی اچھا ہو گیا؟

اُس کی ماں نے کانپتی آواز میں کہا: مجھے نہیں معلوم۔ تم نے رات کوئی خواب چیرا نہیں کھلا دی تھی اُنہیں؟ سلاست بیا اور اڑ پھپھو لیں ٹھیک کام کر رہے تھے۔

نہیں ماہی! رات تو میں نے مچھلیوں کو ان کی بہترین خوراک دی تھی۔

ہمدردی مچھلیوں کو روزانہ تین تیرہ کھانا کھاتا تھا۔ کھانے کی مقدار اتنی ہوتی تھی کہ وہ دن منٹ میں کھائی جاسکے۔ رات اُس نے سوئی

مچھلیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور وہ خوراک میں نے بنائی بھی نہیں تھی۔ میرے پڑوس میں کالے کا ایک لڑکا رہتا تھا۔ یہ خوراک وہ مجھے بنا کے دیتا تھا، اب اُس کے گھر والوں نے دوسرا مکان لے لیا ہے اور وہ اُن کے ساتھ کہیں باور چلا گیا ہے۔ اس لیے ظاہر ہے اب میں وہ خوراک کھل نہیں لاسکتا۔ میں نے سوچا کہ جتنا کھانا میرے پاس بچا ہے وہ مجھے دے دوں۔ یہ دیکھو اپنے ساتھ لایا ہوں۔ تم تو ڈاکٹر مچھلی ہو، شاید تمہاری خوراک بالکل سوتی جی نے خوراک سے بھری ہوئی پلاسٹک کی جھیلی ہمدردی کی دف بڑھادی۔

ہمدردی از مد متعجب تھا: کیا تم سچ بچے ہو؟ یہ میرے ہمدردی پہلے ہی کئی بار سوئی جی سے کنا چاہتا تھا کہ اپنی خوراک مجھے ہی دوں۔ اُس کی عزت نفس نے اُسے اس درخواست کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اُس نے سوئی جی کی برتری تسلیم کر لی ہے۔ یہ درخواست مکمل شکست کا اعلان ہوتی۔ اب سوئی جی کو اُسے خوراک پیش کر رہا تھا اور اس پیش کش کے لیے اُس نے ایسا وقت اور ایسی جگہ چنی تھی کہ اُس پاس کوئی نہیں تھا۔ ہمدردی مجھے میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن بے سوئی جی کوئی چال چل رہا ہوا کہ اُس کے لیے کوئی جال بچھا رہا ہو؟

ہمدردی آسوئی جی سختی سے براہِ خبر دُعا یہ بات کسی کو بتانا مستحکم دوسرے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مچھلی کی خوراک مجھے کوئی اور بنا کر دیتا تھا تو وہ میرا مذاق اڑائیں گے۔

ہمدردی کو سوئی جی کی بات پر یقین آ گیا۔ اُس کی اندرونی بے چینی ختم ہو گئی۔ اگر کلاس والوں کو اس سوسے کی خبر ہو جاتی تو سوئی جی سے زیادہ خود ہمدردی کا مذاق اڑاتا۔ سوئی جی خاموشی کی شرط مانڈ کر کے خود ہمدردی کے مفاد کی حفاظت کر رہا تھا۔ سوئی جی: ہمدردی نے کہا: مجھے تم سے خوراک لینا کچھ عجیب لگ رہا ہے۔

چھوڑ دو جی یا رالو! میں خوشی سے دے رہا ہوں۔ لے لو اب مجھے مچھلیوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی، ہنہالو یہ مچھلی۔ سوئی جی نے ہمدردی کو تحصیل تمنا اور الوداعی ہاتھ ہلا کر اپنے راستے کی طرف متوجہ کیا۔ ہمدردی نے دل میں کہا: بہت بہت شکریہ۔

ہمدردی گھر پہنچا تو بے مد خوش تھا۔ اب مچھلیوں کے ماہر کی حیثیت سے اُس کی شہرت پھر محفوظ ہو گئی تھی۔ اُس کے میدان میں اچانک گھس آنے والا حملہ آور خود خود پسپا ہو گیا تھا۔ اُس کے دُوبل دُوبل میں خوشی کی قدیں روشن ہو گئیں۔

دوسرے دن صبح سویرے بستر میں ہمدردی نے اپنی ماں کی گھبراہٹ کو آواز سنی۔ ہمدردی! اٹھو! اٹھو! بھاری مچھلیاں مر گئی ہیں۔



سے پہلے اُسے خود چکھتے ہیں۔ اگر بیروشی یا کوئی اور یہ زہری خوراک  
چکھ لیتا تو کیا ہوتا؟ پرنسپل استاد دل اور کلاس بچہ نے سوئی جی کو جاکر  
اُس سے سوالات کیے۔ اُس نے نہایت اطمینان کے ساتھ ہر بات کے  
انکار کر دیا۔ میں نے بیروشی کو کوئی خوراک نہیں دی۔ وہ مجھ سے جتنا ہے  
کیونکہ میری خوراک اُس کی خوراک سے بہتر ہے۔ وہ مجھ پر سزا نہیں ملے گی  
لگا رہا ہے۔

کسی نے اُسے بیروشی کو کھانا دیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اس لیے  
سوئی جی کے دعوے کی تردید مشکل ہو گئی پھر بھی پرنسپل نے اُس سے کہا کہ  
اُس کے پاس جتنا بھی کھانا بچا ہے اُن کے حوالے کر دے۔  
سوئی جی نے کھانا پرنسپل کے حوالے کر دیا۔ اس کھانے میں زہر  
کی آمیزش نہیں تھی۔

مسٹر اپنے گھر کے پائس باغ میں بیروشی کے ساتھ تھا۔ اُس  
نے ڈرائنگ روم کی کھڑکی میں اپنی ماں کا عکس دیکھا۔ وہ ڈوٹنگ روم  
کی طرف دوڑا۔ ماما! آپ کہاں گئی تھیں؟  
ماں نے حیرت سے سوال کیا۔ آج تم اتنے جلدی گھر آ گئے؟  
آج تو تم اسے اضافی گھنٹوں کا دن ہے؟  
”میں نے آج بہیں جلدی تھپی دے دی۔ آپ کہاں گئی تھیں؟  
”بازار۔“ ماں نے اُنھیں چراتے ہوئے کہا۔ تم اتنے گندے کیوں  
ہو رہے ہو؟ تم اسے کپڑوں پر کیچڑ لگی ہوئی ہے۔

”ہم قبر بنا رہے ہیں؟“  
”تو کس کے لیے؟“ لان میں دُنیا جان کی بیوہ ادھم  
پتیریں دفن کر دیتا۔

”نہیں ماما! ہم پھیلیوں کے لیے قبر بنا رہے ہیں۔“  
ماں نے اپنے بیٹے کے ساتھ لان میں پہنچی۔ بیروشی کھائی کر رہا  
تھا۔ اُس نے ماں کو سلام کیا۔ مسٹر نے بڑے دکھ سے کہا۔ ماما! بے چارے  
بیروشی کی ساری پھیلیاں مر گئیں۔ یہ ایک فلیٹ میں رہتا ہے، وہاں  
زمین بے حد باغیچہ۔ میں نے اس سے کہا کہ تم فکر نہ کرو، اپنی پھیلیاں  
ہمارے باغیچے میں دفن کر دو۔ آپ برا تو نہیں مانتی گی نا؟“

ماں نے اپنے بیٹے کی فراخ دلی اور ساسی پرست نفس کو  
اور سکرانے ہوئے بولی۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے پھیلیوں کے لیے  
اچھی سی قبر بنانا وہ جانے لگی۔  
مسٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ماما! میں نے آپ کے بیٹے  
بتایا لیکن وہ دنگ گیا۔

”جلدی کہو کیا کتنا چاہتے ہو؟“ ماں نے کہا۔ آج اپنے اٹھارے

جی کا کھانا استعمال کیا تھا۔ ممکن ہے پھیلیوں کو اسی کھانے سے نقصان  
پہنچا ہو مگر اسکول میں تو پھیلیاں یہی کھانا نہایت رغبت سے کھاتی  
تھیں اور اس کی بدولت تیزی سے نشوونما پا رہی تھیں۔ کیسے ایسا تو  
نہیں ہے کہ اُس بار سوئی جی نے کھانے میں زہر ملا دیا ہو؟ آخر اُس نے  
یہ حرکت کیوں کی؟ - سوچتے سوچتے بیروشی کو یاد آیا کہ ایک بار سوئی  
جی نے اُس سے بکاوٹن مغز، تیل اور سانس کی کڑاؤں کی کتاب مانگی تھی۔  
یہ کتاب بازار میں نایاب تھی۔ اس میں گاؤں کا جیسا پرائی بلاتوں سے  
لے کر اکثر اہم غیر ڈرامین اور نقاب پوش سوار جیسے نئے کرداروں کی  
تصویری تھیں اور ان کی تاریخ پیدائش، قد و وزن، ہتھیار سب باتوں  
کی تفصیل درج تھی۔ یہ کتاب ہر بچہ محال کرنا چاہتا تھا لیکن بازار میں  
اس کے تمام نسخے بک چکے تھے۔ کبھی کبھار بہت مشکل سے کوئی نسخہ مل جاتا  
تھا۔ بیروشی کو ڈنھا گاڑا اُس نے اپنی کتاب سوئی جی کو دے دی تھا۔  
اُس نے اسے واپس نہ لے سکے۔ اُس کے کئی دوستوں نے اُسے بتایا تھا کہ سوئی  
جی کوئی پیسہ لے کر واپس کبھی نہیں کرتا۔ اُس نے سوئی جی کو کتاب دینے سے  
انکار کر دیا۔ ہو سکتا ہے سوئی جی نے اُس سے اسی بات کا انتقام لیا ہو۔  
بیروشی نے اپنے آپ کو مارا۔ مجھے یہ سمجھ لینا چاہیے تھا کہ وہ مجھے پھیلیوں  
کی خوراک کیوں دے رہا ہے؟ مگر اب یہ سوچنے سے کیا حاصل تھا پھیلیاں  
تو مر چکی تھیں۔ بیروشی زمین پر پیر پڑ چکے ہوئے بڑا بڑا۔ سوئی جی نے کاش  
کم نہایت سوئی جی مر جائے۔

بیروشی کی ماں نے تعجب سے کہا۔ سوئی جی کا پھیلیوں کی موت  
کیا تعلق ہے؟ بیروشی نے سب کچھ بتا دیا۔ اُس کی ماں غصے میں ہولی۔ اچھا  
تو یہ بات ہے۔ سوئی جی بہت متفک لڑکا ہے۔ اُسے بے زبان پھیلیوں  
بک پر دم نہیں آیا؟ اب یہ معاملہ ہمیں ختم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تو ایک  
سائنس تھی۔ اُس کا شوہر سودا تھا وہ شوہر کراؤں کو اچھا بیٹھا۔ بیروشی کی  
ماں نے اُسے بھی ساری بات بتائی۔

بیروشی کے باپ نے پر سکون لمبے میں اپنے بیٹے سے پوچھا۔ کیا  
تم اسے پاس سوئی جی کی دی ہوئی غذا کا کچھ حصہ باقی ہے؟  
”جی ہاں باقی ہے۔“

بیروشی کا باپ بچی کو خوراک لے کر اسکول پہنچا۔ اُس کی زبانی  
اتنا معلوم ہوا کہ استاد دل نے سوئی جی کی کارستانی سنی تو حیرت زدہ ہو گئے۔  
سانس کے استاد نے خوراک کا تجزیہ کیا۔ خوراک میں اُسے ایک ناسیان  
ناسینٹ کا سراغ ملا، یہ کیڑا مار دوائ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس  
سے ذائقہ پھیلیاں لینا ممکن تھیں۔ اسکول والوں کو سخت رویہ اختیار  
کرنا پڑا۔ یہ ایک سنگین معاملہ تھا، خاص طور پر اس لیے کہ طرزِ عمل ہی مرنا  
ہو تو ہی مہارت کا طالب علم تھا۔ بعض لوگ جانوروں کو کوئی خوراک دینے



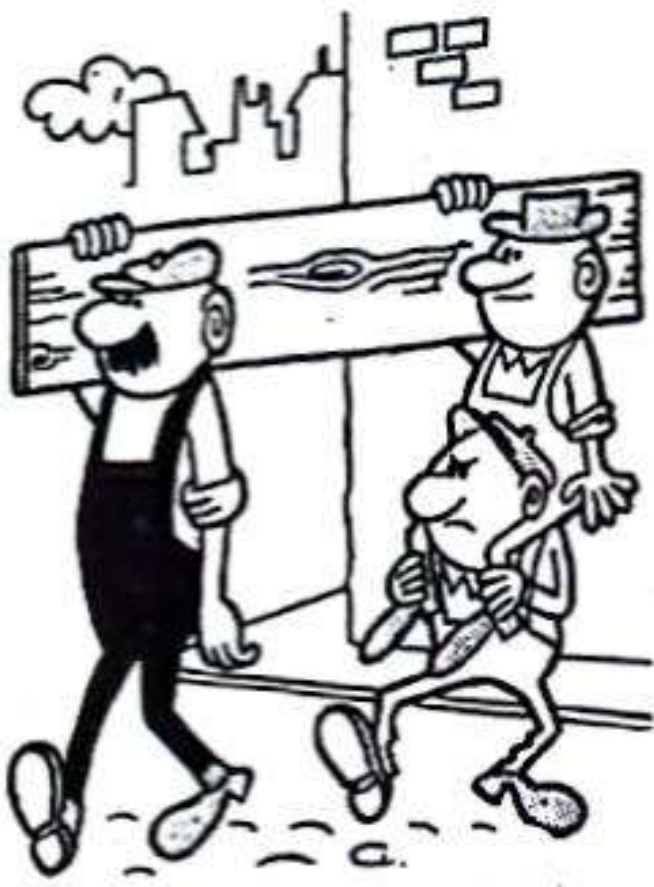
زادہ دیر باہر رہی تھی اب اُسے اپنے شوہر کی واپسی سے پہلے مغان  
کرتی تھی اور کھانا تیار کرنا تھا۔

”میں آپ کو سٹیومی کے پٹے کی بات بتانا چاہتا ہوں۔ مساؤنے کہا۔  
مالیکو بولی۔ یہ وہی پٹا ہوگا جسے بد معاش سوتی چینی نے زندہ  
ملا دیا تھا؟“

”جی ہاں سردی۔ مساؤنے کہا۔ میں نے آپ کے پرچھے بغیر سٹیومی  
کو اجازت سے دی تھی کہ وہ اپنا پٹا ہمارے ہائیچے میں دفن کر دے۔ سٹیومی  
جی بے چاری فلیٹ میں رہتی ہے۔ ماما! مجھے معاف کر دیجیے کہ  
میں نے آپ کو بتایا نہیں تھا۔ سٹیومی کی لاش بہت بُری حالت میں  
تھی! پھیلیں سے بھی بُری حالت میں۔ میں نے سوچا، خاموش بی بی ہو۔  
کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں معاف کرتی ہوں لیکن ایسی باتیں  
مجھے بتا دیا کرو۔ اب تم دونوں کھانا جاری رکھو۔ کام پورا ہو جائے تو  
اُس کے کچھ کھا پی لینا مگر پہلے اپنے ہاتھ اچھی طرح دھونا۔ سمجھ گئے؟“

پچھلیوں کی بات میں مینے پُرانی ہو چکی تھی، لڑکیوں میں خشک  
سردی کا دور دورہ تھا۔ دو مینے سے بارش نہیں ہوئی تھی۔ موسم کی خشکی کے  
گزشتہ ریکارڈ ٹوٹ گئے تھے۔ ویسے سردی ہو یا خزاں گرمی ہو یا بارش، لڑکیوں کا  
آسمان وہاں کے باشندوں سے اتنا بے تعلق نہیں رہتا۔ خشکی کے باعث  
گھر میں آگ لگنے کے واقعات کثرت سے ہو رہے تھے۔ کبھی کبھی تو  
ایک دن میں کئی کئی واقعات ہو جاتے۔ لڑکیوں کی سردی میں لوگوں کو  
عموماً آگ لگنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ بہت سے گھر میں اب بھی گیس کے  
بجائے مٹی کے تیل کے بیڑوں سے کمرے گرم رکھے جاتے ہیں۔

مالیکو مضافات میں رہتی تھی۔ وہاں سے لڑکیوں کے مرکزی حصے  
تک ریل کا سفر کوئی ایک گھنٹے کا تھا۔ مضافات میں نیم شہری، نیم  
دیہاتی فضا قائم تھی۔ مالیکو کے علاقے میں شہر اور دیہات ایک دوسرے  
سے ہم آغوش نظر آتے تھے۔ اب کارخانے اور فلیٹ تیزی سے بن رہے  
تھے۔ فلیٹوں کی ایک عمارت میں ایک دن غیر معمولی آگ بھڑک اٹھی۔  
ٹائر بریکڈ اس پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ شعلوں کی لہریں  
بڑی عمارت چاٹ گئیں۔ عام خیال یہ تھا کہ شاید ہی کوئی زندہ بچا ہو۔  
تعماتی آبادی کے اضطراب اور اندیشوں میں اضافہ ہو گیا۔ طفلانہ خوف  
میں پانچ گھنٹوں کو آگ کے بارے میں اتنا ہی خطوط موصول ہوئے۔ آگ  
کے نتیجے میں آپ مریضی کے پاس آگ سے ہوشیار رہیے جلدی بھرنے  
وال چیزیں احتیاط سے استعمال کیجیے۔ خطوں میں لگنے والے کا نام  
نہیں تھا۔ یہ سب خط یا فلمی اشتہار ایک ہی طرح کے تھے اور ہر دور  
تیس دن ڈاک سے پہنچتے تھے۔ خطوط کے تسلسل اور پابندی کی وجہ سے



لوگ اُلٹنے لگے۔ اس کا آخر کیا مطلب ہے؟ آگ کے نتیجے میں آپ  
مریضی کے پاس آگ لگنے کے واقعات ہو رہے تھے۔ لوگ بے  
علاقے میں پے درپے آگ لگنے کے واقعات ہو رہے تھے۔ لوگ بے  
کر یہ خطوط دہل آتش زنی کی دھکیاں ہیں۔ وہ خطوط لے کر پولیس  
پاس پہنچے۔ پولیس نے فوراً تفتیش شروع کر دی۔ اگر یہ کوئی مذاق تھا تو  
یقیناً بے دھنکے پن اور بدذوقی کا مذاق تھا۔ لفافوں پر تعامی ڈاک لگانے  
کی مہر میں خطوں کی تحریر ماہرین کے لیے دلچسپی کی چیز تھی۔ معروف  
بالکل خطا تھے اور املا کی ایسی غلطیاں تھیں جو کوئی پھوٹا بچہ ہی کر  
سکتا ہے۔ ایک ماہر نے تحریر کا معائنہ کر کے بتایا کہ یہ سچ جی کسی بچے  
کی تحریر ہیں، غالباً پرائمری اسکول کے کسی بچے کی۔ بعض ذہنوں میں  
شک ابھرا کہ ممکن ہے کسی بڑے تفتیش غلط کرتے ہوئے ڈاک لگانے کے لیے  
ایک بچے کے انازا میں خط لکھے ہوں مگر ماہرین نے اس شک کی تردید  
کر دی۔ پولیس نے تفتیش آگے بڑھائی اور جاننے کی کوشش کی کہ  
جن لوگوں کو یہ خطوط بھیجے گئے ہیں ان میں کیا بات مشترک ہے؟  
مشترک بات یہ نکلی کہ پانچوں خاندانوں کی لڑکیاں پرائمری اسکول کی  
طالبات تھیں۔ یہی نہیں بلکہ سب ہم جماعت ہی تھیں۔ اس انکشاف  
نے معاملہ سلجھا دیا۔ پولیس کو سوتی چینی کمپنی میں دیر نہیں لگی۔ اس  
کی تحریر خطوں کی تحریر کے عین مطابق تھی۔ یہ سارے اکتبا اسی نے  
لکھے تھے۔

اُسے جرم کے لیے طلب کیا گیا۔ اس نے کسی ات سے انکار  
نہیں کیا۔ صرف دس برس کا بچہ تھا مگر سخت جرم کے دوران  
سکون و اطمینان کا بختمہ بنا رہا۔ اس نے کہا کہ وہ اپنی ہم جماعت لڑکیوں  
اور ان کے خاندانوں کو آگ کی تباہ کاریوں سے بچانا چاہتا تھا اس



لیے اس نے یہ تحریریں بھی تھیں۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم نے تحریریں کون  
اکھڑیں اپنا نام کیوں نہیں لکھا؟  
”میں نے یہ تحریریں چونکہ لوگوں کے گھر بھی تھیں اس لیے اپنا  
نام لکھنے پر مجھے شرم محسوس ہوئی۔“

”مگر تم نے یہ خط بار بار کیوں بھیجے؟“  
”روز کیوں نہ کیوں آگ لگتی تھی، میں پریشان ہو جاتا تھا۔ یہ  
تحریریں میں اس وقت تک بھیجتا رہتا جب تک بارش نہ ہو جاتی۔  
مگر ایک بچہ تھا اور بچران خطوں میں احتیاط کے مشورے کے  
بروا کوئی بات نہیں تھی کسی بھی لفظ سے ملکی قانون پر کوئی ضرب  
نہیں پڑتی تھی۔ ٹھیک ہے کہ ایسی تحریریں لوگوں کو بے چینی میں مبتلا کر  
سکتی تھیں لیکن سوئی چی کا کہنا تھا، یہ لوگ کیاں مجھے اچھی لگتی ہیں اس  
لیے میں نے انھیں احتیاط کا مشورہ دینا اپنا فرض سمجھا۔ تحقیق سے یہ  
بات بھی درست ثابت ہوئی کہ وہ ان لوگوں میں مسلسل دلچسپی لیتا  
رہا تھا۔ یہاں وہ بات ہے کہ مخالف صنف سے اس کی دلچسپی عمر کے  
الحاظ سے قبل از وقت تھی لیکن اس نے دلچسپی کا اظہار حسن طرح کیا  
تھا۔ وہ اس جیسے بچے کے لیے ایک فطری بات معلوم ہوتی تھی۔ اس  
کے عمل میں کوئی مجرمانہ عنصر نظر نہیں آتا تھا اور اگر وہ اپنی تحریروں  
میں دھمکیاں بھی دیتا تو اس کے خلاف فرد جرم نمائند نہیں کی جاسکتی  
تھی کیونکہ وہ صرف دس سال کا بچہ تھا۔ لوگ آپس میں کہتے۔ اگر کسی  
بچے کو اس کا احساس ہو کہ وہ اپنی کم عمری کے باعث قانون کی گرفت  
میں نہیں آسکتا تو اس کی طبیعت ذہانت سے کون انکار کرے گا؟“  
”آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ وہ چوتھی جماعت کا طالب علم  
ہے ہمارے میٹل کا ہم عمر۔ ہاں شریف زاد ہے۔“

”یہ بات خود دہشت ناک ہے کہ محبت نامے جینے کی جگہ اس  
نے ایسی تحریریں بھیجیں۔ بہ حال پولیس نے معاملہ داخل دفتر کر دیا۔  
بعد میں پانچوں لوگوں نے یہ کہانی سنائی۔ سوئی چی نے ہم  
سے سانس کے لوٹ مانگے تھے۔ اگر ہم اسے اپنے لوٹ دے دیتے تو  
ڈر تھا کہ وہ واپس نہیں کرے گا۔ ممکن ہے ہمارے انکار سے ناراض ہو کر  
اس نے بیل بدل لیا ہو۔“

”بات ٹل گئی تھی مگر اتنا نیاں سوئی چی سے بے حد ناراض تھیں۔  
ایک آسانی نے کہا۔ وہ ظالمانہ شرارت کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے  
اور اس سلسلے میں جینٹلس ہے۔“

\* ساڈ کی ماں اکیلو نے اپنے دوست اوباما سے کہا۔ اب ہم اس  
طرح نہیں مل سکتے۔ بات بگڑتی جا رہی ہے۔“

اوباما مسکرایا۔ کیوں؟ کیا تمہارے شوہر کو کچھ شک ہو گیا ہے؟  
”نہیں مگر ساڈ کو برقوق بنانا اب مشکل ہے۔ وہ بہت  
ذہین لڑکا ہے۔ اس کی نظر سے پتا چلتا ہے کہ اسے زیادہ مشکل ہوتا ہے  
رہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کل ہی وہ ایک نچا بچہ تھا مگر آج نوبالغ لڑکا  
ہو چکا ہے۔ وہ بہت سی باتیں سمجھتا اور جانتا ہے۔ بچل دفعتاً سے بل  
کر میں گھر لوٹی تو اس نے کہا، ماما! ان دنوں آپ ضرورت سے کچھ  
زیادہ باہر جانے لگی ہیں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ میں بھڑک رہی تھی۔  
”یہ تو کوئی خاص بات نہیں ہے اس سے تم نے یہ ادا زہ کیے  
لگایا کہ وہ کچھ جانتا ہے؟“ اوباما ایک ادا باش اور کھٹو نوجوان تھا اس  
کی نظریں اکیلو کے تن پر ہی نہیں اس کے پرس پر بھی رہتی تھیں۔ ادا تھا  
وہ کسی کی دی ہوئی رقم پر گزر بسر کرتا تھا۔ دیسے اس کے پاس ایک سینڈ  
ہینڈ کار بھی تھی۔

”اکیلو غالت سے بولی۔ مجھے یقین ہے کہ ساڈ میرے متعلق غلط  
طور پر سوچ رہا ہے۔ وہ مجھ سے اکثر پوچھتا ہے کہ آپ کہاں گئی تھیں؟  
سپر مارکیٹ اور بیٹی سیلون کے بدلے اب پرانے ادب بیکار ہو گئے  
ہیں ساڈ کی جرح سے اب میں بہت ڈرنے لگی ہوں۔“

”سادہ۔ تم تو بے وجہ گھبرا رہی ہو۔“  
”میں بے وجہ نہیں گھبرا رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اسے میرے  
اور تمہارے تعلق کا پتہ چل گیا ہے۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہو؟“ اوباما زور سے ہنسنا۔ ساڈ تو ابھی لپکا  
نچا تھا پیارا سا لڑکا ہے۔“  
”اکیلو نے بتایا۔ پہلے وہ تمہارے بلے میں اپنے آپ کو بہت  
سی باتیں کرتا تھا لیکن اب تمہارا نام آک نہیں لیتا۔ وہ بہت کچھ اور  
اور انتہائی حساس ہے۔“

”ات صرف یہ ہے کہ اب وہ نئے لوگوں میں دلچسپی لے رہا ہے؟“  
”میں اس کے لیے ماضی کی چیزیں لے گیا ہوں۔ خیر، مگر وہ اب اس وقت  
کیوں ضائع کریں؟“ اوباما نے اس کی طرف بازو پھیلائے۔  
”نہیں۔ سچ مجھے جانا ہے۔ ساڈ جلدی گھر آئے گا۔“  
”کیا آج دو ٹیوشن پڑھنے نہیں بلے گا؟“  
”اس کی ٹیچر اسکول کے کسی کام سے باہر گئی ہوئی ہیں۔ اکیلو  
کھڑی ہو گئی۔“

”اب ہم کب ملیں گے؟“ اوباما نے حسرت سے دریافت کیا۔  
”میں تمہیں کسی طرح خبر کر دے گی۔ تم مجھے فون نہ کرنا۔ یہاں  
مزدی ہے۔ اب تم مجھے اپنی کار میں ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچاؤ۔  
دونوں ایک مقررہ ہوٹل میں وقت کی پابندی کرتے تھے۔“



چنگیز خاں کے بیٹے تولی کی سرکردگی میں ہرات پر حملہ ہوا۔ وہاں ایک عالم قاضی وحید الدین بھی موجود تھا۔ حملے کے دوران وہ فیصل سے نیچے گر پڑا اور تیروں کی بوچھاڑ کے باوجود زندہ بچ گیا۔ تولی نے اسے پکڑ لیا اور پوچھا: اے شخص! حیرت ہے، تو بچے کیسے گیا۔ کیا تیرے پاس کوئی تقویٰ ہے؟ وحید الدین نے کہا: میری نظریں بادشاہ کے چہرے پر تھیں اس لیے بچ گیا۔ تولی نے یہ جواب سن کر سوچا کہ یہ کوئی ذہین اور قابل شخص ہے، اس کی قدر کر لی چاہیے۔ وہ واپس ہوتے وقت وحید الدین کو اپنے ساتھ خراسان لے گیا۔

خراسان پہنچ کر وحید الدین کو چنگیز خاں سے بہت قربت حاصل ہو گئی۔ ایک دن چنگیز خاں نے اس سے پوچھا: وحید الدین! کیا لوگ میرے کارنامے یاد نہیں کریں گے؟ وحید الدین نے کہا: عالم پناہ! جان کی مالان پادوں کو عرض کروں۔ آپ کے کارناموں کا ذکر اسی صورت میں ہو گا جب لوگ ذکر کرنے کے لیے باقی رہیں گے؟

عراق کا سنگ مل گورنر خلیج بن یوسف ایک بار یزید نامی عالم و فاضل سے ناراض ہو گیا۔ اس نے یزید کو قید خانے میں مل کر اس کی جائداد ضبط کر لی اور چار لاکھ درہم جرمانہ بھی کر دیا۔ یزید چند روز بعد قید سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ سیدھا خلیفہ ولید کے دارالحکومت پہنچا اور ولید کے بھائی شہزادہ سلیمان کے پاس پناہ گزیں ہو گیا۔

خلیج کو پتہ چلا تو اس نے غصے میں خلیفہ ولید سے اس بات پر سخت احتجاج کیا۔ خلیفہ نے اپنے بھائی سلیمان سے جواب دہی کی۔ سلیمان نے کہا کہ "امیر المؤمنین! یزید میرا معزز مہمان ہے۔ میں اس کی حفاظت کا پابند ہوں اور جرمانہ ادا کرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔" خلیفہ مطمئن نہیں ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ مقررہ یزید کو زنجیر پہنا کر دیوار میں بٹھا دیا جائے۔ سلیمان نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن یزید کے علاوہ اپنے بیٹے کو بھی زنجیروں سے جکڑ کر زنجیر پر بٹھا دیا اور خلیفہ کو خط لکھا: "امیر المؤمنین! اگر آپ یزید کو موت کی سزا دینا چاہتے ہیں تو میرے بیٹے کا سر بھی قلم کر دیجیے اور میرا سر بھی۔ ایک عالم و فاضل مہمان کی خاطر ہمارے یہ قربانی کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔" خلیفہ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

• ٹھیک ہے۔ آج میں تمہیں پل کے دوسری طرف آٹھ گھنٹوں طرف تو جوں لیس ہے۔

ان کے چہرے دیکھ کر کوئی کان پر تنک نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن ایک کو احتیاطاً پولیس کے سامنے آنا نہیں چاہتی تھی۔ غالباً ادا بتا رہی تھی سوچ رہا تھا اس نے ایک دم رفتار بڑھا دی۔ ایک کو پھر بھلی نشست پر سبک گئی۔ ہاں ٹھیک ہے۔ میں پل کے دوسری طرف آٹھ گھنٹوں طرف تو جوں لیس ہے۔

سوئی جی پل کے کٹھن کے سرائے کے کھڑا تھا۔ ایک بلی کو لا کار کسی وقت بھی وہاں سے گزرنے کی گنجائش تھی۔ اس نے کار کا نہر یاد کر لیا تھا۔ اسے ہارٹ کی گئی تھی کہ کار قریب آجائے گی تو اس سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔ سوئی جی کی گردن میں ایک چھوٹا سا ٹرانس ریسپر لٹکا ہوا تھا۔ پل کے نیچے موٹریں موج کی طرح سرک پر پیر رہی تھیں۔ پل پر خاموشی تھی۔ تھوڑی سی تھوڑی دیر بعد کوئی پیدل چلنے والا پل پار کر لیا۔ کوئی کوئی سوئی جی کی طرف توجہ نہ دیتا اور اگر توجہ دیتا بھی تو اس کے سوا کیا سوچتا کہ اس ٹرک کے کوئی مفلک ماڈلوں کی کاریں دیکھنے کا جذبہ ہے۔

اپنا ٹرانس ریسپر سے آواز آئی۔ ہیلو، ہیلو۔ کار آ رہی ہے۔ نیل کرلا نمبر ۴۵۴-۱۱۶۔ کار پل کی طرف آ رہی ہے۔ تیار رہو۔

تھے۔ دن اور وقت کا تعین ہر بار ضروری نہیں تھا۔ صرف کبھی کبھی کوئی تہائی ضروری کام مایکرو کو آنے سے روک دیتا لیکن ساڑھے چھ بجے بڑا ہوتا گیا، مایکرو کی آمد شکل ہوتی گئی نیز اس کا شوہر بھی اب تجارت میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد گھر پر زیادہ وقت گزارتا تھا۔ مایکرو کبھی کبھی اپنے آپ سے کہتی: اب ادا بتا سے الگ بننے کا وقت آ گیا ہے۔ ہر ملاقات کے بعد ادا بتا اسے ہوٹل سے ٹیکسی منیجمنٹ لے جاتا۔ یہی محفوظ طریقہ تھا۔ ہوٹل تک ٹیکسی بٹوانا مناسب بات نہیں تھی۔ کار میں اس کا ادا بتا کے ساتھ نظر آ جانا معیوب نہیں تھا۔ ہاں ہوٹل میں داخل ہوتے یا رخصت ہوتے ہوئے اس کے ساتھ دیکھا جانا پریشان کن بات ہوتی۔ مایکرو بولیں پیدل چلنے والوں کے پل سے فرار پلے آتر جانے لگی تھم آگے بڑھ جاتا۔

کار ہوٹل سے رکنہ ہوئی۔ مایکرو پھلی نشست پر بھٹک کے ادا دیکھ کے بیٹھ گئی تاکہ وہ سے کوئی دیکھ نہ لے۔ کچھ فاصلے بعد وہ سے محفوظ ملاقات آگیا، وہ ٹھیک سے بیٹھ گئی۔

• معلوم ہوتا ہے آگے کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ ادا بتا نے کہا پل کے قریب ایک ایمر پولیس اور پولیس کی ایک گاڑی کھڑی ہے۔ عجیب مصیبت ہے۔ مایکرو نے زیر لب کہا۔



سوئی چی نے جواب دیا: میں تیار ہوں۔ اس نے کوئی چیز بھال  
اور اسے احتیاط سے ہاتھوں میں لے لیا۔

ایک اور اداکار میں پل ایک پہننے۔ مایکوک نظر مل کے صبا  
کھڑے ہوئے ایک چہرے پر پڑی۔ یہ ایک سنہتے کا چہرہ تھا۔ کارپل کے نیچے  
مرکزی پر اور آگے بڑھ گئی۔ اسی وقت ایک دوسری کار اداکار کی کار اور  
ٹیک کر کے آگے بڑھی مایکوک نظر سے بچے کا چہرہ چھپ گیا۔ اسی لمحے  
ایک چھوٹی مٹی کالی چیز نیچے کے ہاتھ سے گری اس چیز کا کٹھ اداکار  
کی کار کی طرف تھا۔

دیکھو دیکھو: مایکوک ایک مچلائی۔ میں اسی وقت کالی چیز گاڑی  
کے ڈپر گری اور ایک شعلے کی طرح پھٹ گئی۔ بریک بچنے، اداکار کی  
کار لڑاقتی ہوئی سامنے سے آنے والی ایک کار سے ٹکرا کے فٹ پاتھ پر  
چڑھ گئی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا اور آگ بجھک اٹھی مایکوک بے ہوش ہو گئی۔  
ریسور سے یہ آواز بھی نکلی تھی کہ رک جاؤ، رک جاؤ۔ مگر مولو ٹوف کا  
ٹیل سوئی چی کے ہاتھ سے پھٹ کر کار پر گر چکا تھا۔ سوئی چی ذہنی طور  
پر بکھر گیا۔ اس کی ایک چھوٹی سی حرکت کا ایسا زبردست اثر ہو سکتا  
ہے؟ پولیس کی سیٹیاں بچیں اور ایبونیس کے سائرن کا شور فضا پر چھا  
گیا۔ سوئی چی بھاگ کھڑا ہوا۔ قریب ہی ٹریفک کا ایک حادثہ ہوا تھا،  
پولیس اسی کی تفتیش کے لیے آئی تھی۔ پولیس نے جھگڑتے ہوئے سوئی چی  
کو پکڑ لیا۔

اداکار فوراً اسپتال کی جانب لے جایا گیا مگر اس نے دلتے ہی  
میں دم توڑ دیا۔ دوسری کار کا ڈرائیور شدید زخمی ہوا، ڈاکٹروں کا کتا تھا  
کہ اسے کئی ماہ اسپتال میں رہنا ہوگا۔ مایکوک کو کوئی گراؤ نہیں آیا چند  
خراشوں پر مصیبت ٹل گئی۔ وہ پھلی نشست پر دبی ہوئی تھی اس لیے  
تھوڑا ہی۔ ہاں وہ اعصابی بحران اور نفسیاتی دباؤ کا شکار ضرور ہو گئی۔

پولیس کی پوچھ گچھ پر سوئی چی یہی بات دہراتا ہوا کہ وہ ایک  
مولو ٹوف کا ٹیل سے کھیل رہا تھا۔ پولیس نے سوئی چی کے فرائس ریور  
کا معائنہ کیا۔ یہ ایک اچھی مشین تھی۔ اس کے ذیلیہ شہر میں دو کلومیٹر تک  
اور دیہی علاقوں میں میں کلومیٹر تک رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا اس کے  
پاس ریسور تھا تو وہ یقیناً کسی سے گفتگو بھی کر رہا ہوگا۔ پولیس تفتیش میں  
لگ گئی۔ ایک بچے کو اتنے سنگین معاملے میں استعمال کرنا کسی شیطانی  
ذہن کا کام ہو سکتا تھا لیکن پولیس اس سلسلے میں کسی بالغ شخص کا سراغ  
نہیں لگا سکی۔ یہ شہادت بھی نہ مل سکی کہ سوئی چی حادثے کے شکار ہونے  
والوں میں سے کسی کا دشمن ہو۔ پولیس نے طے کیا کہ وہ پولیس علاقے میں  
ہر اس شخص سے پوچھ گچھ کرے گی جس کے پاس فرائس ریسور ہوگا شاید  
اُن میں سے کسی نے اتفاقاً سوئی چی کو ہدایت دینے والے شخص کی باتیں

سنی ہوں۔

حادثے کے تین دن بعد دوسرا رخ رساں مایکوک سے ملنے آئے۔  
اُن میں سے ایک تھامی پولیس کا چیف مارش رساں تھا۔ پہلے اس نے  
ہندب انداز میں مایکوک کی مزاج پر سی کی بھرگلا صاف کرتے ہوئے بولا۔  
”آپ کے دو ایک سوال کرنے میں آپ جانتی ہیں کہ میں ضابطے کی  
کارروائی کرنی پڑتی ہے۔“

مایکوک کو پہلے سے توقع تھی کہ اس سے پوچھ گچھ کی جائے گی حادثے  
کے روز اسے اسپتال کے جنگامی وارڈ میں داخل کیا گیا تھا تو ایک پولیس  
والے نے اس سے کچھ سوالات کیے تھے لیکن کوئی اور تفتیش نہیں کی  
گئی تھی۔ اس نے خود کو جرم کے لیے آمادہ کرتے ہوئے کہا: پوچھیں آپ  
کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

”پہلی بات: سراغ رساں نے سوال کیا: مرنے والے مٹا داتا  
ہے آپ کا کیا رشتہ تھا؟“

”میں بتا چکی ہوں کہ مٹا داتا یونیورسٹی میں بی اے کے  
طالب علم تھے ایک سال پہلے وہ ٹیوٹر کی حیثیت سے میرے بیٹے کو  
پڑھاتے تھے۔“

”آپ اُن کی کار میں کہیں تھیں؟“  
”مڑک پر گزرتے ہوئے اتفاقاً میں نے انہیں دیکھا اور ہاتھ دے  
کر لفٹ مانگ لی کیا اس میں کوئی قباحت ہے؟“ یہی بات اس  
نے اپنے شوہر سے کہی تھی۔

”کیا واقعی یہ محض اتفاق تھا؟“ سراغ رساں کے ہونٹوں پر بھرنے  
والی مسکراہٹ نے مایکوک کو قہقہے سے مہین کر دیا کیا یہ شخص مجھ پر شک  
کر رہا ہے؟ سراغ رساں نرمی سے بولا: مسز سگار! میں آپ کی ذاتی  
رنگ میں جھانکنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا لیکن حقیقت ضرور جاننا  
چاہوں گا۔“

مایکوک نے اپنے چہرے پر اطمینان سجائے رکھنے کی کوشش کی  
اور خامے اعتماد سے کہا: میں جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ سچ ہے۔

”مسز سگار! ہمیں مٹا داتا کی جیب ایک ہونٹ کی ایک ٹیٹھا  
ہونٹ والوں سے ہم نے بہت کچھ معلوم کر لیا ہے۔ سراغ رساں نے اپنی  
جیب سگریٹ اداکار کے کمال کے سگریٹ سلگائی۔ اس کے پسینے ہونٹ  
کا نام چھپا ہوا تھا۔ مایکوک کا رنگ زرد پڑ گیا۔ سراغ رساں نے ایک کٹھ  
کے کہا: آپ اور وہ اکثر ایک دوسرے سے ملنے جھگڑتے تھے؟  
فضا میں دھوئیں کے چھلے بنتے گئے۔

مایکوک کے ہاتھ سے ضبط اور اٹھو کا ماٹن پھٹ گیا۔



جی نہیں چاہتا چاہتی تھی مگر... مگر کچھ پر دم کیجیے۔ یہ بات میرے  
خبر کو معلوم نہ....

”آپ مطمئن رہیے مسز سگار! ہم آپ کی ازدواجی زندگی میں زبردستی  
نہیں کیا جاتے اسی لیے تو ہم آپ کے پاس مسٹر سگار کی غیر موجودگی  
میں آئے ہیں۔ ہم نے آپ کے پہلے معلوم کر لیا تھا کہ وہ اس وقت گھر میں  
نہیں ہیں۔ مایکونے شکر لیے کے طور پر نظریں جھکا لیں۔ چند لمحوں  
دہی چھر سرخ رساں نے کہا۔ مسز سگار! کیا آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ  
آپ کا بیٹا آپ کے اور مسٹر ادوات کے تعلقات سے واقف تھا؟  
ہر مطلب ہے کیا اسے آپ پر شک تھا؟“

”ہر سکتا ہے، وہ حساس بھی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی تیز ہے  
لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“

”اگر آپ کے بیٹے کو یہ بات معلوم ہوتی تو کیا وہ مسز ادوات سے  
قوت کرتا؟“

”میں کہہ نہیں سکتی۔ مایکونے سوچنے لگی پھر ایک دم بڑبڑکے بولیں  
”غالباً آپ کے سوال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرا بیٹا کوئی ایسی دلی  
دراکت کر سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے سوئی جی نے کوئی ایسی بات کہی  
ہے جس سے آپ کے دل میں یہ شک پیدا ہوا؟“

”سوئی جی کے پاس ایک رسیور تھا۔ سرخ رساں نے ظالم آواز  
میں کہا۔ ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ حادثے سے چند لمحوں پہلے آپ کے  
بیٹے نے رسیور پر سوئی جی سے بات کی تھی۔“

”مگر گاڑی میں تو میں بھی تھی۔ میرے بیٹے ساڈو کو ادوات سے لاکھ  
نفرت سی لکینی میری زندگی سے تو وہ ہرگز نہیں کھیل سکتا۔ وہ ایک  
نایت نرم دل لڑکا ہے جناب!“

”سرخ رساں کہنے لگا۔ ہم جانتے ہیں کہ سوئی جی کے بارے میں  
بہت سی مافوا میں عام ہیں۔ ہم سوئی جی کی شرارتوں یا جرائم سے متاثر  
ہونے والے تمام لوگوں سے مل چکے ہیں۔ اس تفتیش سے ایک نئی حقیقت  
ہمارے سامنے آئی ہے۔ مایکونے پکپکاتے بغیر سرخ رساں کی طرف  
دیکھ رہی تھی۔ سرخ رساں کتار ہا جسٹس کے پہلے ہیروشی کی پھلیوں کا نقشہ  
لیجے۔ آپ جانتی ہیں کہ ہیروشی سائنس میں ہمیشہ اول آتا ہے اور  
آپ کا بیٹا ساڈو دم۔“

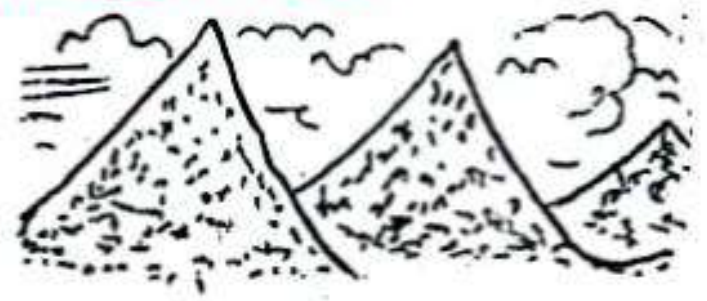
”اس سے کیا ہوا؟“

”ازراہ کرم میری بات توجہ سے سنئے۔ میتھی کا بچہ زندہ ملا یا  
گیا تھا۔ وہ حساب میں اقل آتی ہے اور آپ کا بیٹا دم۔ اسی طرح  
جن پانچ لڑکیوں کو خطوط بھیجے گئے تھے، وہ موسیقی میں آپ کے  
بیٹے سے بہتر ہیں۔“

”تو کیا ہوا؟ میرا بیٹا کوئی فوق البشر نہیں سمجھو۔ ہر چیز میں تو  
دوسروں سے بہتر نہیں ہو سکتا۔“

”میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ ساڈو بہتر مضامین میں سب  
لگے ہے۔ صرف بعض چیزوں میں وہ دم آتا ہے ایک اور مضامین  
میں وہ سب سے بھی کم کر لیا ہے۔ سرخ رساں نے ایک کاغذ مایکونے  
طرف بڑھایا۔ اسے پڑھیے۔ یہ ساڈو کا کچھ ہوا ایک پھر اس مضامین ہے:  
مایکونے تحریر پڑھی۔ میں بڑا ہر کر اپنے پاپا کی طرح کمپنی کا  
صدر بننا چاہتا ہوں۔ کمپنی کا صدر نمبر ایک آدمی ہوتا ہے۔ میں ہمیشہ  
نمبر ایک آدمی رہنا چاہتا ہوں۔ دوسرے نمبر پر آنے سے بہتر تو ہی  
نمبر آنا ہے۔ میں آخری نمبر پر یا دوسرے نمبر پر کیوں آؤں؟ میں پہلے  
نمبر پر آؤں گا۔ بہت محنت سے پڑھوں گا تاکہ سائنس حساب زبان  
جسمانی تربیت اور موسیقی ہر چیز میں اول آؤں۔ مایکونے کو ہلکا ہوا  
آیا کہ مرگ بچلا گئے کا کھیل کھیلنے والا لڑکا تاکہ جسمانی تربیت میں  
بہت اچھا تھا، کلاس والے اسے سپلاں اور ہر کوئی کہتے تھے۔ مایکونے  
کے ذہنی پر سے پر خطر ناک یادیں ابھرنے لگیں۔ ساڈو کا آپ ہمیشہ  
آسے اول آنے کے لیے لگتا تھا۔ ساڈو قریب قریب ہر کام کرنے کی  
صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ آن لڑکوں میں سے نہیں تھا جو کسی ایک  
میدان میں نمایاں حیثیت حاصل کرتے ہیں، وہ ہر میدان اور ہر شعبے  
میں نمایاں رہتا تھا۔ اگرچہ بعض مضامین میں اسے دوسری یا تیسری  
پوزیشن حاصل ہوتی تھی مگر مجموعی طور پر وہ سب سے آگے رہتا تھا۔ کسی  
بھی مضامین میں اسے دوسری یا تیسری پوزیشن سے نفرت تھی۔ وہ ہر  
مضامین میں اول آنا چاہتا تھا۔ حال ہی میں اس نے بیانو بجانے کی  
تربیت یعنی شروع کی تھی۔ اسکول کے بعد وہ پیانو سیکھتا تھا تاکہ  
موسیقی میں آن پانچوں لڑکیوں پر سبقت حاصل کر سکے۔ چوتھی جماعت  
سے طلبہ مطالبات میں سخت مقابلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ساڈو کا اسکول  
پانچوں میں مقابلے اور سبقت لے جانے کا مذہب پیدا کرنے کیلئے سونے  
اور چاندی کے چھوٹے چھوٹے ٹکے دیتا تھا۔ بچے فز سے یہ ٹکے جمع  
کرتے تھے۔ ساڈو کے پاس جماعت بھر میں سب سے زیادہ ٹکے تھے۔ مایکونے  
نے اکثر عرصے کیا تھا کہ ساڈو ہر چیز میں سب سے آگے رہنے کی کوشش میں  
قتلا ہوتا جا رہا ہے۔ وہ ساڈو کو سمجھاتی کہ اسے ہر وقت ایسی دمن میں  
نہیں رہنا چاہیے، کھیل کر دین بھی کچھ وقت گزارنا چاہیے، کھیل اور  
تفریحات بھی شخصیت کی تعمیر کے لیے ضروری ہیں لیکن ساڈو ان باتوں پر  
کان نہ دھرتا۔ مایکونے جھجھکی لے کر سرخ رساں سے پوچھا۔ کیا  
ساڈو کی ہر چیز میں اول آنے کی خواہش کا سوئی جی کی حرکتوں سے بھی  
کوئی تعلق ہے؟“





آپ فلا اپنی سرگرمیوں پر غور فرمائیے۔ خود سوچئے جس لوگ کے کو بیٹوم ہو کس کی پیادری ماں اور قابل عزت استاد سے اللہ اس کے ہاں کو دھوکا دے رہے ہیں اس کا رد عمل کیا ہوگا؟ مسز سگار! مساؤ نے ہر بات اپنی ذات تک رکھی۔ اس داز میں وہ کسی کو شریک کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اہل ہم مسٹر اوباما کی کار پر نہیں مساؤ کے وجود میں بچنا ہے۔ مولوٹوٹ کا کٹیل مساؤ کا وجود پارہ پارہ کرنے والے ہم کے مقابلے میں محض ایک کھلونا تھا۔ مائیکو کو یاد آیا کہ مساؤ میں قتل کرنے کا جنون کم و بیش اسی زمانے میں پیدا ہوا تھا، جب وہ ایک عورت کی حیثیت سے پہلی بار اوباما سے ملی تھی۔ سرخ رساں نے بات جاری رکھی۔ سوئی جی نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ مساؤ سے بلیک میل کر رہا تھا۔ سوئی جی کا باپ آپ کے شوہر کی کمپنی میں کام کرتا ہے۔ مساؤ نے سوئی جی سے کہا کہ اگر تم نے میرے احکام نہ مانے تو میں تمہارا باپ کو لوٹوری سے نکلوا دوں گا۔ معاف کیجئے گا، آپ کے بیٹے مساؤ نے اپنے چہرے پر ایک پیالے خوش اطوار اور نہایت ذہین طالب علم کی نقاب منڈھ رکھی ہے لیکن وہ اپنے باپ کا مترسیاد اقتدار ایک معذور باپ کے مظلوم بیٹے کے خلاف استعمال کرتا رہا ہے۔ بھلی کی خرداک ادا آگ کی انتباہی تحریریں مساؤ کے ذہن کی پیداوار تھیں سوئی جی کو ٹرانس وینورا اور مولوٹوٹ کا کٹیل بھی مساؤ نے فراہم کیا تھا۔ مساؤ نے آگ کے خطوط میں جان بوجھ کر املا کی غلطیاں کی تھیں، یہ کیسی بھیاک چالاکی ہے لیکن مسز سگار! مساؤ کے مصمم چہرے کے نیچے یہ خوف ناک چہرہ آپ نے تخلیق کیا ہے۔ آپ نے مائیکو کے کانوں میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ بچہ گھنٹیوں کی جگہ بچہ کی آوازوں نے لے لی۔ یہ آوازیں باغیچے سے آرہی تھیں مائیکو آوازوں کی طرف مڑی۔ دلیچے سے اس نے مساؤ، بیٹونی اور دوسرے کئی ہم جماعتوں کو دیکھا۔ یہ لوگ سیدھے اسکول سے آئے تھے۔ مائی مساؤ نے بلند آواز سے کہا: آج بیٹونی کے پلے کی پہلی برسی ہے۔ ہم اس کی قبر پر برسی منانے جا رہے ہیں۔

مغربی آفتن پر ٹھہکا ہوا سرما کا مہربان سورج بچے کے رساوں پر سناہن کر پھیل گیا۔ ہلکی ہلکی خوش گوار مہاس کے ہموار اندکالے بالوں میں لرزش بن گئی۔ سرخ رساں نے مساؤ کی طرف دیکھا اور سنجیدگی سے کہا: مسز سگار! مساؤ یقیناً ایک اچھا اور پیارا بچہ ہے۔ ہے نا؟

”جی ہاں مسز سگار!“ سرخ رساں نے رکھ سے کہا۔ ہمارے پاس اس کے ثبوت ہیں۔ آپ کے حادثے سے چند لمبے پہلے کئی ریویو رکھنے والوں نے ایک بچے کی آواز سنی تھی، وہ کہہ رہا تھا، ہیلو ہیلو۔ نیلی کرڈ لا نمبر ۶۵۴-۱۱۶۔ پل کی طرف آرہی ہے۔ تیار ہو لیکن اس کے بعد جو الفاظ سنے گئے وہ زیادہ اہم ہیں۔ سرخ رساں رگ گیا۔

مائیکو نے بے صبری سے پوچھا: وہ الفاظ کیا تھے؟  
”وہ الفاظ یہ تھے۔ سرخ رساں نے بتایا: نہیں نہیں مائی کا ہیں ہیں رگ جاؤ، ٹک جاؤ۔ میں کتا ہوں رگ جاؤ۔“

مائیکو نے اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کیا۔ اسے یاد آیا کہ حادثے کے دن پولیس کی وجہ سے وہ اپنی مقررہ جگہ کار سے نہیں آتری تھی۔ مساؤ نے صرف اوباما کو مارنے کا منصوبہ بنایا تھا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ کار میں اس کی ماں بھی موجود ہے تو اس نے سوئی جی کو مولوٹوٹ کا کٹیل پھینکنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مائیکو کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا اس کا بیٹا ایسی خطرناک سازش کر سکتا ہے۔ اس کا مساؤ تو بڑی عورتوں کی مدد کرتا تھا اس نے تو اپنے باغیچے میں اپنے دوستوں کے پالتو جانوروں کی قبریں بنوائی تھیں۔ مسز سگار! سرخ رساں کی آواز ابھری۔ میں آپ کو کوئی اخلاقی وعظ دینے نہیں آیا ہوں لیکن یہ درخواست ضرور کروں گا کہ

Zegham imran

